آغا شورش کاشمیری کی زندانی نثر

ڈاکٹر محمد اجمل دانش

Dr. M. Ajmal Danish

Lecturer, Department of Urdu,

Govt. Islamia Post Graduate College, Sangla Hill.

Abstract:

Politicians-cum-writers and poets have significantly contributed to the promotion of Urdu literature. Moulana Muhammad Ali Jauhar, Zafar Ali Khan, Abul Kalam Azad and Chaudhry Afzal Haq stand tall among these. Aga Shorish Kashmiri also belonged to this creed who was not only a great writer but also an active politician in pre-partition India and later in Pakistan. He was put behind the bars frequently owing to his political struggle which paved way to his landmark writings. In the present research paper, an attempt has been made to explore his work in prison.

بیسویں صدی میں ہندوستان کی سیاست میں چند اہم ناموں میں سے ایک نام نوجوان سیاستدان ''شورش کاشمیری'' کا ہے۔ آغا عبدالکریم متوسط طبقے سے تعلق رکھنے سیاسی کارکن تھے۔ بیسویں صدی کے نمائندہ زندانی نثر نگاروں میں انہیں تقسیم سے قبل اسی لیے شامل کیا جا رہا ہے کہ وہ اسی ماحول کی پیداوار تھے جس کے نتیجے میں ہندوستانی سیاستدان جیلوں کی مصیبتیں برداشت کرتے اور ادب تخلیق کرتے رہے۔ یہ سچ ہے کہ شورش نے ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی، شوکت علی، چوہدری افضل حق، مظہر علی اظہر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور حسرت موہانی کی آنکھیں دیکھ رکھی تھیں۔ شورش خود بھی بلا کے خطیب، نکتہ داں، نکتہ شناس اور صاحبِ طرز شاعر اور نثار تھے۔

۱۴/اگست ۱۹۱۷ء کو(۱) لاہور میں پیدا ہوئے۔ کشمیریوں کی گوت ''ڈار'' سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا آبائی گھر امرت سر میں تھا لیکن والد نے لاہور میں بھی گھر کرائے پر لے رکھا تھا۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز ''دیوسماج'' ہائی سکول ''ست گھرا'' انار کلی سے کیا درمیان میں مسلمانوں کے سکول میں داخل ہوئے لیکن مار پیٹ سے اُکتا کر پھر ''دیوسماج'' میں واپس آ گئے لاہور کی تہذیبی، سیاسی اور ملّی زندگی کو

اپنی آنکھوں سے دیکھا ۱۹۲۷ء، ۲۸ء کے ہندو مسلم فسادات کے ساتھ ''غازی علم دین'' شہید نے جس وقت راج پال کو قتل کرنے کے بعد لکڑیوں کے ٹال (۲) کا رُخ کیا یہ بھی وہاں موجود تھے۔ علم دین شہید کے جنازہ کا احوال بڑی خوبصورتی سے اپنی آپ بیتی میں تحریر کیا ہے۔ لیڈری کا آغاز آٹھویں جماعت سے کر دیا اور لالہ لاجپت رائے کی وفات پر دیوسماج ہائی سکول بند نہ کرنے پر ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ پہلی دفعہ اپنے ہم جماعت (۳) اوم پرکاش کے ساتھ پولیس کا تشدد برداشت کیا اور مزاحمت کی تب شورش نویں جماعت کے طالب علم تھے۔

اسی اوم پرکاش کے ساتھ مل کر انہوں نے ''بھارت بال سبھا'' کی بنیاد رکھی۔ جس کے کیمپ کو پولیس نے تباہ کیا اور نوعمر طلبا کو گرفتار کر لیا۔ یوں لیڈری کے آثار ہر گزرتے دن کے ساتھ شورش میں پیدا ہوتے گئے اور تعلیم اُدھوری چھوڑ کر وہ سیاست کے خارزار میں اُتر آتے۔ اُن کی آپ بیتی ''بوئے گل نالہ دل دودِ چراغ محفل'' اُن کے عہد، معاصر تحریکوں اور شخصیات کے بارے میں اتھارٹی کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب کی ہر سطر سے شورش کے جذبات کی عکاسی اور نظریات کی ترجمانی ہوتی ہے۔ مسجد شہید گنج کے واقعہ میں تقریر کرنے پر پہلی مرتبہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۵ء میں گرفتار ہوئے۔ پھر یہ سلسلہ چل نکلا اور ساری تحریکی زندگی کے دورانِ تقسیم ہند سے قبل اور بعد میں بارہ مرتبہ گرفتار ہوئے۔ (۴) قید کا یہ عرصہ معمولی نہیں بلکہ تیس سال سے بھی زیادہ ہے۔ اس سے شورش کی عظمت، سچائی اور بے باکی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آغا عبدالکریم شورش کاشمیری نے مولانا ظفر علی خان، چوہدری افضل حق اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے اثرات کو سب سے زیادہ قبول کیا یہ اثرات ان کی تحریروں اور تقریروں میں بھی نظر آتے ہیں۔ ابوالکلام آزاد سے بھی شورش کو قلبی لگاؤ تھا۔ آزاد کی شخصی خوبیوں کے شورش دل سے معترف تھے اور اسی لیے شورش نے ابوالکلام آزاد پر ایک کتاب بھی تصنیف لیکن نثر نگاری کے دوران انہوں نے مولانا آزاد کا تتبع کرنے کی بجائے اپنا راستہ خود تلاش کیا۔ ایک بھرپور، کامیاب اور تحریکی زندگی گزار کر اس نابغہ روزگار ہستی نے ۲۵/اکتوبر ۱۹۷۵ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کیا لاہور میں دفن ہیں۔

تصانیف

''بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل''

آغا عبدالکریم شورش کی آپ بیتی، جس میں ۱۹۳۰ء سے ۱۹۷۲ء تک کے حالات کو بڑی تفصیل اور سچائی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ آپ بیتی ''متحدہ ہندوستان'' اور ''قیامِ پاکستان'' کے بہت سے ایسے واقعات کا آئینہ ہے جن کی تفصیلات ملنی محال ہیں۔ شورش کا گزر اعلیٰ درجے کی قیادت میں تھا اور وہ خود بھی بارسوخ رہنما تھے۔ تاریخ ہندو پاک کے طلباء کے لیے یہ کتاب نعمتِ اعظمیٰ سے کم نہیں۔ تحریک شہید گنج، تحریک کشمیر، تحریکِ ختم نبوت اور پاکستان کے پہلے مارشل لاء کے احوال اور آزادہ روش

لوگوں کے افعال وعمال کا خوبصورت مرقع، یہ آپ بیتی ''بوئے گل، نالہ دِل.....'' خاصے کی لائقِ مطالعہ چیز ہے۔

قیدِ فرنگ

مولانا ظفرعلی خان کے حالاتِ اسیری جنھیں شورش کاشمیری نے مرتب کیا ہے۔ الفاظ شورش کے ہیں اور مطالب مولانا ظفرعلی خان کے۔ زندانی ادب کی اہم کتاب ہے۔

پسِ دیوارِ زنداں

آغا شورش کی پہلی گرفتاری ۱۷جولائی ۱۹۳۵ء سے لے کر ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کے ایامِ قید و بند کی روداد ہے۔ مولانا درمیان کے عرصہ میں رہا بھی ہوتے رہے لیکن ان کا یہ زمانہ زیادہ تر اسیری میں گزرا۔ (تفصیل آمدہ صفحات میں پیش کی جارہی ہے) اسیری کی جاں گداز داستانیں، اردو کے ''زندانی ادب''، میں کلیدی حیثیت کی حامل کتاب ہے۔

تمغۂ خدمت

چھ ستمبر ۱۹۶۶ء کو ایوب خان کی حکومت نے شورش کاشمیری کو ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار کر کے ساہیوال میں نظر بند کر دیا پھر ۲۳ دسمبر ۱۹۶۶ء کو میو ہسپتال لاہور سے رہا کر دیا۔ ساڑھے چھ ماہ پر مشتمل نظر بندی کا روزنامچہ، قابلِ قدر کتاب ہے۔

موت سے واپسی

۷ مئی سے ۲۵ دسمبر ۱۹۶۸ء اسیری و نظر بندی ۲۳۲ دنوں کی روداد یں۔ شورش کاشمیری کی آخری زندانی داستان۔

ابوالکلام آزاد

شورش نے اس کتاب میں ایشیاء کے عظیم خطیب، نکتہ داں، سیاست داں اور صاحبِ طرز نثر نگار کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

فنِ خطابت

خطابت کے اسرار و رموز کو شورش سے کون بہتر جانتا ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد احرار میں ان کی خطابت کا شہرہ تھا۔

اُس بازار میں

رقص و موسیقی کی دنیا کی سیر جب شورش ایسے مدبر کی انگلی پکڑ کر کی جائے تو ''اس بازار میں''

تخلیق ہوتی ہے۔اس موضوع پر اردو میں اور بھی کتب ہیں لیکن شورش کی تحریر کا بانکپن سب سے جدا ہے۔

سیّدعطاءاللہ شاہ،سوانح وافکار

مولانا بخاریؒ سے شورش کو جوتعلقِ خاطر تھا۔شورش نے اس کتاب میں اُس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

قلمی چہرے

شورش کے رشحاتِ قلم کو، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری نے جمع کیا ہے۔جس میں ایک سو ستر اہم شخصیات پر ایک ایک دو دو صفحات کے شذرے تحریر کیے گئے ہیں تہذیبی اور شخصی حوالوں سے خاصی اہم کتاب ہے۔

شب جائے کہ من بودم

شورش کا سفرِ حجاز وسفر نامہ حج ''عشق وواردات کی داستان'' شورش نے ایک دردمند دل زائر کی طرح، آثارِقدیمہ جوسعود حکومت نے تلف کردیے کا ذکر بڑے پرسوز انداز میں کیا ہے۔

تحریکِ ختم نبوت

شورش نے اپنی زندگی کے دو ہی مقاصد بیان کیے ہیں،اول ہندوستان سے انگریزوں کا انخلا اور ''ختم نبوت'' کا پرچم بلند کرنا۔شورش ان دونوں میں کامیاب رہے۔ان احوال پر مشتمل یہ کتاب ''ختم نبوت'' کی تحریک کا خلاصہ ہے۔

ان کتب کے علاوہ شورش نے نثری میدان میں جو تالیفات یادگار چھوڑیں ان میں ''اقبال اور قادیانیت''، ''اقبالی مجرم''، ''ظفر علی خان''، ''میاں افتخار الدین''، ''نورتن''، ''حمید نظامی اور فیضان اقبال'' وغیرہ خاصی معروف ہیں۔

کلیاتِ شورش کاشمیری کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔شورش کی ساری شاعری اس میں یکجا ہے۔ضخامت ۱۸۱۸صفحات کی ہے۔اس کلیات میں حبسیہ شاعری بھی کمال کی ہے۔

شورش کاشمیری کا زمانۂ اسیری

جواں سال شورش کاشمیری نے ۱۹۳۵ء میں جب خارزارِ سیاست میں قدم رکھا تب سے لے کر زندگی کے آخری سالوں تک ۱۹۷۲ء اُن کی زندگی اسارت میں گزری۔متوسط طبقے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے جیل میں کوئی اے، بی، یا سی کلاس کی امید انگریزوں کے زمانہ میں نہیں تھی بلکہ بدترین تشدد اور جابرانہ سزائیں ان کا مقدر بنیں لیکن آفرین ہے کہ شورش سمیت آزادی کے سبھی متوالوں کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور وہ لیلائے آزادی سے ہم کنار ہوئے۔جہد وحریت کا جو سفر برٹش انڈیا میں

شروع ہوا وہ کسی نہ کسی شکل میں پاکستان میں بھی جاری رہا اور حق اور سچ کا علمبردار شورش یہاں بھی قید و بند کا نشانہ بنتا رہا۔ ذیل کی سطور میں ان پر قائم کیے جانے والے مقدموں، گرفتاریوں اور سزاؤں کا مختصر احوال پیشِ خدمت ہے۔ ۱۷ جولائی ۱۹۳۵ء کو مسجد شہید گنج کے حق میں تقریر کرنے پر گرفتار ہوئے۔ (۵) چھ ماہ کی سزا ہوئی اور عدالت میں نعرے بازی پر مزید پندرہ دن کی سزا کا اضافہ، ان کی سزا میں سپرنٹنڈنٹ جیل نے، جج کے خط لکھنے پر کر دیا لیکن اپیل منظور ہوئی اور جلدی رہا ہو گئے۔ دوسرا مقدمہ ان پر ذرا ذاتی نوعیت کا بنایا گیا اور اس میں تین ماہ کی حوالات کے بعد آغا صاحب رہا ہوئے۔ ان پر (۶) جلال الدین ٹیلر ماسٹر کے قتل پر لوگوں کو اُبھارنے کا الزام تھا یہ جلال الدین، مرزا معراج دین کے اخبار ''نیرنگ خیال'' میں شورش کے خلاف مضامین لکھتا تھا۔

۱۹۳۷ء میں پنجاب میں سکندر حیات کی حکومت کے قیام کے بعد اُن ایک اور مقدمہ اس الزام کے ساتھ دائر کیا گیا کہ وہ نوجوان کو (۷) بھگت سنگھ کی طرح بم بنانے اور دہشت پسند بننے کی ترغیب دے رہے تھے۔ وشنو بھگوان کی عدالت سے انہیں ایک سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ چار ماہ اس سزا میں سے وہ کاٹ چکے تھے کہ جسٹس یکسمپ کی عدالت سے رہائی کا سبب شورش کے وکیل ڈاکٹر سیف الدین کچلو بیٹے تھے، جو جسٹس یکسمپ کے دوست تھے۔

مسجد شہید گنج کا واقعہ مسلمانوں کو بھلائے نہیں بھول رہا تھا اور ان مسلمانوں میں ایک شورش بھی تھے۔ ''پس دیوارِ زنداں'' میں پوری تفصیل سے انہوں نے اپنی چوتھی گرفتار کا احوال رقم کیا ہے۔ (۸) شورش کاشمیری نے اعلان کیا کہ اگر پنجاب حکومت نے مفاہمت کے لیے کچھ نہ کیا تو وہ عیدالاضحیٰ کے دن سر سکندر حیات کی کوٹھی پر ایک جتھا لے کر جائیں گے اور دھن کے پکے شورش نے یہ کر دکھایا اور وہ ''عیدالاضحیٰ'' کے دن یہ جتھا لے کر روانہ ہو گئے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے جن میں مولانا ظفر علی بھی شامل تھے۔ جب یہ جتھا پرانا وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال کے قریب پہنچا تو اُن کی پولیس سے مڈھ بھیڑ ہوگئی۔ ڈیڑھ دو گھنٹے کی کشمکش کے بعد، شورش اور بہت سے رضا کاروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ مجسٹریٹ نے آغا صاحب کو چار ماہ اور دوسرے رضا کاروں کو دو، دو ماہ قید سخت کی سزا سنائی آغا کی سزا قیدِ بامشقت کی۔

لیکن یہ بامشقت سزا میں ان کا راستہ نہ روک سکیں اور ان کے استقلال کو متزلزل نہ کر پائیں۔ دورانِ قید ہی شورش پر ایک اور مقدمہ قائم کیا جس کی سماعت گجرات میں ہوئی۔ (۹) یہ مقدمہ لالہ لکھی چند ایڈیشنل مجسٹریٹ گجرات کی عدالت میں چلتا رہا جس میں شورش کو ایک سال کی سزا ہو گئی۔ جس کے بعد شورش کو پھر سنٹرل جیل لاہور بھیج دیا گیا۔ ان سزاؤں سے رہائی کے بعد ۲۷ فروری ۱۹۳۹ء کو رہا ہوئے۔

ستمبر ۱۹۳۹ء (۱۰) میں آغا شورش کاشمیری پر مزید دو مقدمات قائم کیے گئے۔ پہلا ڈیفنس

آف انڈیا ایکٹ کی خلاف ورزی پر (لائل پور) فیصل آباد میں اور دوسرا دفعہ ۱۲۴ (الف) کی خلاف ورزی بصورتِ تقریر کرنے پراوکاڑہ میں قائم ہوا۔

سماعت کے بعد فیصل آباد والے مقدمے میں دو سال، اوکاڑہ میں تقریر کرنے والے مقدمے میں بھی دو سال کی سزائے قید سنائی گئی۔ان مقدمات سے پہلے ایک مقدمہ شورش کے خلاف ملتان میں بھی درج تھا اس کی سماعت بھی مذکور بالا مقدمات (لائل پور، اوکاڑہ) کے ساتھ ہی ہوئی جس میں تین سال کی سزا ہوئی۔(۱۱) آغا شورش کاشمیری نے یہ سزا ستمبر ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۴ء تک کاٹی۔ یہ سزا شورش نے ملتان، منٹگمری اور لاہور جی جیلوں میں کاٹی یہ قید تشدد اور اذیت سے پُر تھی۔اس ضمن میں آغا صاحب تحریر کرتے ہیں:

> ''اپنی سزا کا تقریباً دو تہائی حصہ منٹگمری (ساہیوال) کی اذیت ناک تنہائی میں کاٹا۔قیامت کا سامنا رہا۔لاہور کا شاہی قلعہ ماند پڑ گیا۔ منٹگمری سے لاہور آ گیا اور قید کے باقی دن یہیں گزارے۔ستمبر ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۴ء تک قید میں رہا۔''(۱۲)

مذکورہ سزا کے پورا ہونے کے بعد انہیں تھانہ انارکلی کی حدود میں نظر بند کر دیا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد اسیری

۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۴ء اور پھر انارکلی کی نظر بندی اور گزشتہ ذکر کردہ مقدموں کی مدت جمع کی جائے تو ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۷ء تک چھ، سات ماہ کا عرصہ ہی شورش نے آزادی میں بسر کیا اور باقی کا اسیری اور نظر بندی میں لیکن یہ اسیری و نظر بندی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ ''قیامِ پاکستان'' کے بعد بھی جاری رہا۔ آزادی کے بعد پاکستان میں ان کے مقدمات کی تفصیلات یوں ہے۔

پہلی گرفتاری

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۲ء میں پہلی مرتبہ شورش گرفتار ہوئے۔(۱۳) یہ دولتانہ حکومت کا زمانہ تھا۔حکومت کے خلاف تقریر کرنے پر مقدمہ قائم کیا گیا۔حسین شہید سہروردی ان کے وکیل تھے، شورش کی ضمانت ہوگئی اور یہ مقدمہ بھی حکومت نے واپس لے لیا۔

دوسری گرفتاری

شورش کی زندانی کتاب ''تمغۂ خدمت'' اسی اسیری کی داستان ہے۔۶ ستمبر ۱۹۶۶ء کو ڈیفنس آف پاکستان رولز (۱۴) کی دفعہ ۳۲۔بی کے تحت منٹگمری سنٹرل جیل کی ''اے۔کلاس'' میں نظر بند کر دیا گیا۔یہ ایوب خان کا زمانۂ صدارت تھا۔اور شورش کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے ۱۱ جولائی ۱۹۴۴ء کے چٹان میں صدر ایوب کے خلاف ایک مضمون لکھا تھا۔آغا چھ ماہ کی بجائے ۱۰۴ دن کے بعد ہی رہا ہو گئے۔ان

۱۰۴ دنوں میں سے وہ جیل کے بجائے ۶۴ دن ہسپتال (میو ہسپتال لاہور) میں زیرِ علاج رہے۔ یوں صرف ۴۰ دن جیل میں گزارے اور رہا کر دیئے گئے۔ اس گرفتاری کے بعد ان کی گرفتاریوں کا مختصر احوال پیش خدمت ہے۔

تیسری گرفتاری

۷ مئی ۱۹۶۸ ''شذرہ الحمدللہ'' لکھنے پر گرفتار ہوئے ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں رکھا گیا۔ (۱۵) حکومت نے مقدمہ کی سماعت کراچی میں کرنا چاہی جس پر شورش نے بھوک ہڑتال کر دی کافی مناقشوں کے بعد ۷ مئی ۱۹۶۸ء سے شروع ہونے والی اسارت ۲۵ دسمبر ۱۹۶۸ میں ختم ہوئی۔ ''موت سے واپسی'' انہی اسیری کے ایام کی یادگار رہے۔

چوتھی گرفتاری

اگست ۱۹۷۲ء کے مہینے میں آغا شورش کاشمیری پر تین مقدمات قائم کیے گئے ۷/اگست ۱۹۷۲ء کو لاہور میں، ۷ اگست ہی کو لائل پور میں اور راولپنڈی میں درج کیا گیا۔ ان پر وہی الزام تھا جو انگریزوں کے زمانے سے چلا آ رہا تھا ''حکومت کے خلاف تقریریں۔''

۱۷/اگست ۱۹۷۲ء کو بیمار اور ضعیف العمر لیکن پر جوش شورش کو لاہور کے ہوائی اڈے سے (۱۶) گرفتار کر لیا گیا۔ ۳۰/اگست ۱۹۷۲ء کو لاہور ہائی کورٹ میں پیشی ہوئی۔ ''بی'' کلاس کے احکامات کے باوجود جیل میں ان سے ناروا سلوک کیا گیا۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۲ء کو آغا شورش کی بیگم نے لاہور ہائیکورٹ میں ان کی گرفتاری کو چیلنج کیا۔ ڈویژن بینچ نے آغا صاحب کی نظر بندی کو خلافِ قانون قرار دے کر رہا کر دیا۔ حکومت نے پھر ان کی گرفتاری کے احکامات جاری کیے۔ آغا صاحب روپوش ہو گئے اور خود ہی ۲۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو ہائیکورٹ میں پیش ہو گئے جہاں سے انہیں گرفتار کر کے میانوالی جیل بھیج دیا گیا۔ آغا صاحب نے یہاں بھی بھوک ہڑتال کر دی اور ۱۴ جنوری ۱۹۷۳ء کو رہا کر دیئے گئے۔

پانچویں اور آخری گرفتاری (نظر بندی)

''تحریکِ ختم نبوت'' کے سلسلہ میں انٹی قادیانی موومنٹ میں شورش نے اہم کردار ادا کیا۔ پورے ملک میں اس تحریک کے زیرِ اثر ایک ہیجان برپا تھا۔ آخر کار ۷ جولائی ۱۹۷۴ء کو حکومت پنجاب نے شورش کاشمیری کو ''ڈیفنس آف پاکستان رولز'' کے تحت گرفتار کر لیا۔ اُن دنوں (۱۷) آغا صاحب شدید بیمار تھے اس لیے انہیں میو ہسپتال کے ''البرٹ وکٹر بلاک'' میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ، چٹان پریس اور ''مسعود پرنٹرز پریس'' بھی ضبط کیے گئے۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس تنازعے کے قومی اسمبلی میں اختتام کے بعد شورش کی نظر بندی ختم ہوئی اور اسیری کے اختتام کے بعد آغا عبدالکریم شورش، ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو اس دنیا کے مصائب سے آزادی حاصل کر کے اپنے دائمی مسکن کو روانہ ہوئے۔

شورش نے مجاہدانہ زندگی بسر کی کون سے مصائب ان کے خاندان اور متعلقین نے برداشت نہیں کیے اور کیا کیا جور وستم ان پر روا رکھے گئے؟ یہ سب عزیمت کی داستان ہے جس کی چند جھلکیاں ان کی زندانی نثر میں سے ہم آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

پسِ دیوارِ زنداں

۱۴راگست ۱۹۴۷ء تک کے ایامِ اسیری کی داستان جس کا آغاز پہلی گرفتاری ۱۷ جولائی ۱۹۳۵ء سے ہوا۔ گزشتہ سطور میں ہم ان کی گرفتاریوں، مقدمات اور بامشقت سزاؤں کا اجمالی تذکرہ کر چکے ہیں۔ ''پسِ دیوارِ زنداں'' شورش نے یہ داستانیں جیل میں قیدِ تنہائی، بدترین تشدد اور خوفناک ماحول میں تحریر کیں۔ نثر ہو یا شاعری ہر دو صورتوں میں، شورش نے حقِ سخن ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جولائی ۱۹۳۵ء کی ایک سہ پہر (۱۸) بوسٹل جیل لاہور سے شورش کی قید کا آغاز ہوا اور پھر یہ سلسلہ، تا بہ کجا دراز ہی ہوتا گیا لیکن انگریزوں سے ان کی نفرت کا محرک وہ واقعہ بنا جس میں پولیس نے ان کے والد کو شدید زدوکوب کیا تھا۔ ''پسِ دیوارِ زنداں'' میں جہاں شورش نے جیل کے واقعات اور آلام کو پرسوز انداز میں بیان کیا ہے وہاں وہ ایک ماہر خاکہ نگار بھی دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے زندانی رفقا کی قلمی تصویریں کھینچی ہیں۔ مثلاً سزائے موت کا قیدی...... عبدالباقی اس کے احوال میں شورش رقم طراز ہیں:

> ''عبدالباقی ...... ایک منچلا نوجوان تھا۔ موت کا خوف اُسے تھا ہی نہیں جس روز اسے پھانسی دی جارہی تھی اس دن بھی مسکراتا ہی رہا۔ گول مٹول چہرہ، آنکھ ناک تیکھے، گورا رنگ، گھنگھریالے بال، تختہ دار پر بھی اکڑ کے رہا۔'' (۱۹)

''بڈھے شاہ'' کا افسانہ بھی خاصا عبرت انگیز ہے کہ کس طرح وہ عبرت ناک انجام کو پہنچا۔ خود آغا کو کیسے جاں گداز لمحے ''حبِ وطن'' میں برداشت کرنا پڑے۔ نظر بندی میں ان کے بھائی ''یورش کاشمیری'' کا انتقال ہوا تو شورش نظر بندی کے باعث بھائی کے جنازے کو کندھا بھی نہ دے سکے اور نہ تدفین میں شریک ہوئے:

> ''لوگ میت دفنا کر گھر پہنچے تو پیسہ اخبار پولیس اسٹیشن کا ایک سب انسپکٹر دروازہ پر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہوم سیکرٹری کا دستخطی حکم نامہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہوم سیکرٹری کا دستخطی حکم نامہ تھا۔ گورنر پنجاب بڑی مسرت کے ساتھ شورش کاشمیری پر عائد کردہ پابندیوں کو واپس لینے کے احکامات صادر کرتے ہیں جس کی رو سے اب تک وہ انارکلی پولیس کے علاقہ میں نظر بند ہے۔'' (۲۰)

''پسِ دیوارِ زنداں'' میں ان کی نثر میں ایک جذباتی اور گونہ اُداسی کی کیفیت محسوس ہوتی

ہے۔ لاہور سنٹرل جیل سے جب دانت کی تکلیف کے باعث انہیں ''ڈینٹل ہسپتال'' دانتوں کے معائنے کے لیے لایا گیا تو لاہور کے وہی کوچے جن میں وہ کھیل کود کر جوان ہوئے تھے، وہی لارنس، انارکلی اور منٹگمری ہال ان کی زیارت شورش نے کسی غریب الدیار سیاح کی طرح کی۔ شورش کی زندگی میں اُن کی زیادہ تر عیدیں جیل میں گزریں۔ انتیسویں روزے کو جب وہ انارکلی بازار سے گزر رہے تھے تو ایک قیدی کی عید کے اس پُرمسرت موقع پر دل سوز کیفیات کا اندازہ لگائیے:

> ''اِدھر اُدھر عیدیں اُڑی پھر رہی تھیں۔ معاً میرا دل اِک آزردہ سوچ میں ڈوب گیا۔ لوگ اپنے لیے عید کا سامان کرید رہے تھے اور میں ان کے گلابی چہروں کی ایک مسکراہٹ بھی ساتھ نہ لے جا سکا تھا جو یمین و یسار سے نکلتے جا رہے تھے۔ یہ مسکراہٹیں ان سیاہ پھاٹکوں کی متحمل ہی نہ ہو سکتی تھیں۔ جو سالہا سال سے ہماری اسیری کا سرنامہ ہو چکے تھے۔ کچھ ثانیوں کے لیے کھو سا گیا...... سال میں دو عیدیں ہوتی ہیں ۳۵ء سے لے کر ۴۵ء تک گیارہ برس میں ۲۲ عیدیں جیل ہی میں آئی تھیں۔'' (۲۱)

''پسِ دیوارِ زنداں'' میں انہی گیارہ سالوں کی اسیری اور نظر بندیوں کا احوال ہے۔ قاری، دورانِ مطالعہ اس کے سحر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ اُردو نثر میں، اسیر شورش کاشمیری کا بے مثل تحفہ ہے۔ یہ کتاب بڑے بڑوں کا کچا چٹھہ کھول دیتی ہے۔

تمغہ خدمت

۶ ستمبر ۱۹۶۶ء کو (۲۲) ڈیفنس آف پاکستان رولز کی دفعہ ۳۲۔ بی کے تحت، منٹگمری سنٹرل جیل میں چھ ماہ کے لیے ''اے'' کلاس میں نظر بند کر دیا گیا۔ جیل میں بطور نظر بند انہوں چالیس دن گزارے اور چونسٹھ ۶۴ دن میو ہسپتال میں، یہ مقدمہ ''چٹان'' میں صدر ایوب کے خلاف ایک، مضمون تحریر کرنے، کی پاداش میں قائم کیا گیا۔

یہ نظر بندی کا روزنامچہ یا ڈائری ہے، جیل میں، شورش کو خاص مسائل در پیش نہیں آئے، خدمت گار، بستر، لکھائی پڑھائی کا سامان، اخبارات کھانا اور ملاقات کی سہولیات حاصل تھیں لیکن پھر بھی قید کا ایک احساس بہرکیف ضرور تھا۔ ۴۰ دن کے بعد شورش کو ہسپتال منتقل کر دیا۔ یوں اُن کی نظر بندی مزید آسان ہو گئی اور پھر یہ مقدمہ ختم ہونے پر شورش رہا ہوئے۔

موت سے واپسی

آغا شورش کاشمیری کی ویسے تو ساری زندگی اسیری میں گزری لیکن پاکستان میں انہیں قید یا

نظر بند ہی نہیں کیا گیا، بلکہ انہیں مختلف جیلوں میں زچ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جان لینے کی بھی کوشش کی گئی ''موت سے واپسی'' اُن کی نظر بندی کے ۲۳۲ دنوں کی داستان ہے۔(۲۳) یہ نظر بندی ۷ مئی سے ۲۵ دسمبر ۱۹۶۸ء تک جاری رہی ''موت سے واپسی'' کا عنوان اس لیے دیا گیا کہ حکومت کی سازشوں اور جیل حکام کی چیرہ دستیوں کے خلاف شورش نے جیل میں متعدد دفعہ بھوک ہڑتال کی اور ایسے بھی ہوا کہ انہیں موت اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگی۔ ذیابیطس کا مریض اور ضعیف العمر شورش جھکنا تو جانتا ہی نہ تھا۔شورش نے پہلی بھوک ہڑتال، ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں ''سی کلاس'' دینے کی وجہ سے کی۔حکومت کا خیال تھا کہ شورش کوئی اتنا اہم آدمی نہیں کہ اسے جیل میں ''اے'' کلاس دی جائے تو شورش کے حامی اراکین اسمبلی نے قومی اور صوبائی اسمبلی میں شورش کے حق میں آواز اُٹھائی لیکن سودمند نتائج نہ نکلے۔شورش نے خود اور اُن کے متعلقین نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا جیل سے خود شورش نے بھی فاضل جج صاحبان سے خط وکتابت جاری رکھی۔بھوک ہڑتال کرنے پر جیل سپرنٹنڈنٹ نے شورش کو دھمکایا لیکن شورش اس کے رعب میں آنے والے کب تھے۔آغا صاحب نے پہلی بھوک ہڑتال ''سی'' کلاس اور جیل حکام کے رویے کے خلاف کی اور دوسری شدید ترین بھوک ہڑتال حکومت کے خلاف جو آغا صاحب کا ٹرائل سندھ ہائیکورٹ میں کرنا چاہتی تھی اور پنجاب میں سماعت کو باعثِ نقص امن قرار دے رہی تھی۔شورش کی بھوک ہڑتال نے انہیں (۲۴) موت کی دہلیز پر لا کھڑا کیا تھا۔شورش کی خراب حالت کی خبریں عوام تک پہنچتی تو ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور بالآخر حکومت نے پسپائی اختیار کی اور قریب المرگ شورش کو رہا کر دیا گیا۔انہیں زبردست طبی امداد فراہم کی گئی اور علاج کے بعد شورش زندگی کی طرف لوٹ آئے۔سنٹرل جیل کراچی میں بھوک ہڑتال سے قبل کا وقت ان کے لیے بہت آسانی سے گزرا۔

''موت سے واپسی'' صرف نظر بندی کا کوائف نامہ نہیں بلکہ اس تلخ حقیقت کا اظہار ہے کہ ''انگریزوں'' کے رخصت ہونے کے باوجود آج بھی ان کے معنوی بیٹے، اپنے بزرگوں کے ایجنڈا پر عمل پیرا ہیں۔حریتِ فکر اور اظہار رائے پر اسی طرح پابندی ہے جس طرح تقسیم سے قبل تھی۔''افسر شاہی'' کا جابرانہ طرزِ عمل وہی ہے جو آزادی سے قبل تھا (درحقیقت آج بھی افسر شاہی کا رویہ ایضاً ہے) اُن کے ہاں عوام کی بہتری اور بھلائی مقصود نہیں بلکہ حکمرانوں کی خوشی مطلوب ہے۔یہ ہی اُن کا اصل مقصد حیات ہے اور وہ لوگ جو آزادی کے حصول کے لیے صعوبتیں برداشت کرتے رہے آج پھر دریدہ دامن، اسیر اور نظر بند ہیں۔اپنے قتل میں ملوث ''وزیر'' اور افسر کی بھی نشان دہی شورش نے کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شورش کاشمیری، بوئے گل نالۂ دِل دودِ چراغِ محفل، لاہور: مطبوعات چٹان لمیٹڈ، جولائی ۱۹۸۸ء، طبع دوم، ص:۱۰

۲۔ ایضاً،ص:

۳۔ ایضاً

۴۔ وقار چودھری، ڈاکٹر، شورش کاشمیری بحیثیتِ صحافی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، قائداعظم کیمپس، ۲۰۱۴ء، طبع اوّل،ص:۹۲

۵۔ شورش کاشمیری، بوئے گل نالۂ دِل دودِ چراغِ محفل،ص:۱۵

۶۔ شورش کاشمیری، پسِ دیوارِ زنداں، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، جولائی ۲۰۰۷ء،ص:۶۳

۷۔ شورش کاشمیری، بوئے گل نالۂ دِل دودِ چراغِ محفل،ص:۱۵۲

۸۔ ایضاً،ص:۱۰۲

۹۔ ایضاً،ص:۱۸۵

۱۰۔ ایضاً،ص:۲۲۸۔۲۲۵

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ایضاً،ص:۲۲۹

۱۳۔ شورش کاشمیری، تمغۂ خدمت، لاہور: مطبوعاتِ چٹان،ص:۱۰

۱۴۔ ایضاً،ص:۱۵

۱۵۔ وقار چودھری، ڈاکٹر، شورش کاشمیری بحیثیتِ صحافی، پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس، ۲۰۱۴ء،ص:۸۸

۱۶۔ ایضاً،ص:۹۱

۱۷۔ ایضاً،ص:۹۲

۱۸۔ شورش کاشمیری، پسِ دیوارِ زنداں،ص:۱۷

۱۹۔ ایضاً،ص:۳۳

۲۰۔ ایضاً،ص:۴۳۱

۲۱۔ ایضاً،ص:۳۵۳

۲۲۔ شورش کاشمیری، تمغۂ خدمت،ص:۱۵

۲۳۔ شورش کاشمیری، موت سے واپسی، لاہور: مطبوعات چٹان، ۱۹۸۸ء، طبع دوم،ص:۲

۲۴۔ ایضاً،ص:۲۸۷

☆......☆......☆